رمضان کی اہمیت و برکات نوجوانوں کو روزے رکھنے کی تحریک نیز چاند کی رویت کا مسئلہ

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۵/ اپریل ۱۹۸۸ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات کی تلاوت کی:

يَاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝۱۸۴ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۭ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۭ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ۭ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ۭ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝۱۸۵ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۭ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۭ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۡ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝۱۸۶ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ۭ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ۝۱۸۷ (البقرہ: ۱۸۴-۱۸۷)

اور فرمایا:

دو یا تین دن کے اندر رمضان مبارک کا مہینہ شروع ہونے والا ہے اس لئے آج کے جمعہ کے لئے میں نے رمضان ہی کو موضوع بنایا ہے۔ قرآن کریم کی جن آیات کی میں نے تلاوت کی ہے ان کا ترجمہ یہ ہے کہ اے ایمان لانے والو! تم پر روزے فرض کر دیئے گئے ہیں جیسا کہ تم سے پہلے بھی لوگوں پر روزے فرض کئے گئے تھے۔ یہ اس غرض سے ہے تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو اور بدیوں اور کمزوریوں سے بچو۔ چند دن کی بات ہے اَیَّامًا مَّعۡدُوۡدٰتٍ ؕ فَمَنۡ کَانَ مِنۡکُمۡ مَّرِیۡضًا اور اس میں بھی رخصت یہ ہے کہ تم میں سے اگر کوئی بیمار ہو یا سفر پر ہو فَعِدَّۃٌ مِّنۡ اَیَّامٍ اُخَرَ وہ ٹھہر کر بعد میں روزے رکھ لے۔ اور وہ لوگ جو بعد میں بھی روزے کی طاقت نہ رکھتے ہوں ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایک روزہ کے بدلہ ایک غریب اور مسکین کو کھانا کھلائیں۔ یا دوسرا معنی اس کا یہ ہو گا کہ وہ لوگ جو کھانا کھلانے کی طاقت رکھتے ہوں وہ روزے بعد میں رکھنے کے علاوہ رمضان میں ان روزے کے بدلے جو وہ چھوڑتے ہیں غرباء کو کھانا کھلائیں۔ یہ ان کی طرف سے فدیہ ہو گا۔ فَمَنۡ تَطَوَّعَ خَیۡرًا پس وہ لوگ جو خوشی سے نیکی کرتے ہیں یا وہ جو خوشی سے نیکی کرتا ہے اس کے لئے یہ بہتر ہے وَاَنۡ تَصُوۡمُوۡا خَیۡرٌ لَّکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ اور اگر تم روزے رکھو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ اِنۡ کُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ کا ترجمہ یہ کیا جاتا ہے عموماً اگر تم جانتے حالانکہ بہتر تو ہر صورت میں ہے خواہ کوئی جانتا ہو یا نہ جانتا ہو۔ اِنۡ کُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ کا ایک ترجمہ عربی محاورے کی رُو سے یہ بھی ہو سکتا ہے: کاش کہ تم جانتے۔ کاش ایسا ہوتا کہ تمہیں خبر ہوتی، تم بے خبر ہو ان باتوں اور بے خبری کے نتیجہ میں اس فائدہ سے محروم ہو گئے ہو۔ شَہۡرُ رَمَضَانَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ فِیۡہِ الۡقُرۡاٰنُ رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اتارا گیا۔ اس کا ایک یہ بھی ترجمہ کیا جاتا ہے۔ رمضان کا مہینہ جس کے بارے میں قرآن اتارا گیا۔ لفظاً اس ترجمہ کی گنجائش ہے کیونکہ فِیۡہِ کا مطلب اس میں یا اس کے بارہ میں دونوں ہو سکتے ہیں۔

اس کے بارہ میں ترجمہ اختیار کرنے کی وجہ یہ سامنے آتی ہے کہ جہاں تک تاریخی حقائق

اور گواہیوں کا تعلق ہے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ رمضان شریف کے علاوہ قرآن کریم دوسرے مہینوں میں نازل نہیں ہوا بلکہ پھر اس کے برعکس قطعی طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اکثر قرآن کریم کا نزول سارا سال میں مجموعی طور پر ان مہینوں میں زیادہ ہے جو رمضان کے علاوہ ہیں اور ان کے مقابل پر رمضان میں جو قرآن کریم کا نزول ہوا ان گیارہ مہینوں کے مقابل پر کم ہے۔ اگر چہ دیگر مہینوں کے مقابل پر ایک کے مقابل پر دوسرے مہینے کو اگر رکھیں تو رمضان میں آیات قرانی کے نزول کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ ہر دوسرے مہینے سے زیادہ ہوں گی لیکن اس دقت کو حل کرنے کے لئے جب یہ ترجمہ کیا گیا اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ قرآن اس کے بارہ میں اتارا گیا تو اس سے پھر کچھ دقتیں پیدا ہوتی ہیں۔ مثلاً یہ کہ کیا قرآن کریم کے نزول کا مقصد رمضان کے ذکر کے سوا اور کوئی ذکر نہیں اور رمضان کا ذکر تو ہجرت کے بعد ہے۔ سب سے پہلے رمضان شریف کا ذکر خود اس آیت میں ہجرت کے بعد ہے کیونکہ مدینہ میں شروع میں حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ صرف عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے اور قطعی طور پر یہ ثابت ہے بخاری میں بھی یہ حدیث ہے اور دوسری کتب میں بھی کہ جب آنحضرت ﷺ ہجرت کے بعد مدینہ تشریف لے گئے تو معلوم ہوا کہ یہود عاشورہ کا روزہ رکھتے ہیں یعنی دسویں محرم کا۔ اس پر آنحضور ﷺ نے پوچھا کہ کیوں رکھتے ہیں تو کسی نے بتایا کہ اس لئے کہ ان کی روایات کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرعون کے مظالم سے دسویں محرم کو نجات ملی تھی۔ (مسلم کتاب الصیام یوم عاشوراء حدیث نمبر: ۲۵۴۵) اس لئے اس دن کو خدا تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنے کا دن مناتے ہیں اور اس لئے روزہ رکھتے ہیں۔ اس پر حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے فرمایا کہ موسیٰ یہود کے مقابل پر ہمارے زیادہ قریب ہیں۔ اس لئے یہ اعلان کر دو، غالباً یہ اعلان ہوا ہے اسی دن یعنی جب روزہ تھا، اس سے پہلے ایک رات معلوم ہوا ہے کیونکہ روایت میں پتا چلتا ہے کہ آپ نے یہ اعلان کروایا صبح کے وقت کہ جس شخص نے صبح روزے کا وقت شروع ہونے کے بعد اس اعلان کے سننے تک کچھ نہیں کھایا وہ کچھ نہ کھائے اور آج عاشورہ کا روزہ رکھے اور جو کوئی کھا چکا ہے وہ اس کے بدلہ پھر کسی دن عاشورہ کا روزہ رکھے جس طرح رمضان کے روزے بعد میں بھی رکھے جاسکتے ہیں۔

تو یہ پہلی مرتبہ آنحضور ﷺ نے عاشورہ کا روزہ جو رکھا وہ یہود کی اس روایت پر بنا کرتے ہوئے اور اس کی پہلی مرتبہ تلقین فرمائی لیکن ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ آپ اس سے پہلے خود روزے نہیں

رکھتے تھے اس سے انکار نہیں ہوتا۔ اس روایت سے صرف یہ پتا چلتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے روزوں کی اپنے متبعین کو جو ہدایت فرمائی ہے وہ پہلی مرتبہ عاشورہ کے روزے کے متعلق فرمائی اور تاکید فرمائی کہ یہ چونکہ موسیٰ کی رہائی کا دن ہے اس لئے ہم سب اس میں روزہ رکھیں گے۔ اب قرآن کریم کا ایک کثیر حصہ نازل ہو چکا تھا اور اس میں رمضان کا کوئی ذکر نہیں تھا۔ پھر جب رمضان کے روزے رکھنے کا حکم آیا تو آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ اب اس کے بعد آزادی ہے چاہو تو عاشورہ کا روزہ رکھو چاہو تو نہ رکھو۔ خدا نے ہمیں اپنے ہمارے روزے عطا کر دیئے ہیں۔ (بخاری کتاب الصوم باب الصیام یوم عاشوراء حدیث نمبر: ۲۰۰۱) پس یہ معنی کرنا کہ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ اس کے بارہ میں قرآن نازل کیا گیا اس لحاظ سے بہت ہی دقت طلب ہے، مشکلات پیدا کرتا ہے۔ ہاں ایک لحاظ سے اس کے معنی ہو سکتے ہیں اس لئے ہم اسے بہر حال غلط نہیں کہہ سکتے۔ اس لئے کہ روزے میں تمام عبادات کو اکٹھا کر دیا گیا ہے۔ روزہ ایک رنگ میں عبادات کا معراج ہے اور تعلق باللہ کے لحاظ سے روزہ بہت ہی زیادہ اہم ہے مومن کی زندگی میں اور جتنا رمضان میں تعلق باللہ کے ذرائع میسر آتے ہیں اور تحریک و تحریص پیدا ہوتی ہے دوسرے دنوں میں ایسا ممکن نہیں۔ پھر حج میں تو معدودے چند لوگ وہاں پہنچ سکتے ہیں اور رمضان ہر جگہ خود پہنچتا ہے۔ جو شخص بھی رمضان کا چاند جہاں بھی دیکھے دنیا میں اس پر روزے فرض ہو جاتے ہیں۔ اس لئے یہ ایک ایسی عبادت ہے جسے دوسری تمام عبادتوں میں ایک امتیازی مقام حاصل ہے۔ تو اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ کا یہ معنی اگر کیا جائے کہ رمضان کی روح، رمضان کی نیکیوں اور رمضان کے مقاصد کے متعلق ہی قرآن نازل ہوا ہے تو یہ کہنا غلط نہیں ہو گا۔ لیکن دوسری طرف ایک اور توجیہ بھی موجود ہے اس لئے یہ ترجمہ کرنا ہرگز غلط نہیں قرار دیا جا سکتا کہ رمضان کے مہینہ میں قرآن کریم نازل ہوا کیونکہ قرآن کریم کے آغاز کے متعلق بتایا جاتا ہے کہ رمضان مبارک میں ہوا۔ پھر کثرت کے ساتھ رمضان مبارک میں حضرت جبرائیل نازل ہوتے تھے اور جتنا قرآن کریم اس وقت تک نازل ہو چکا ہوتا تھا وہ سب دہراتے تھے اور مسلسل یہ سلسلہ جاری رہا جب تک آنحضرت ﷺ کا وصال نہیں ہوا۔ (بخاری کتاب فضائل القرآن حدیث نمبر: ۴۶۱۴) تو رمضان میں کثرت کے ساتھ قرآن کا نازل ہونا یا آخری رمضان جو آیا ہو گا اس کے متعلق ہم کہہ سکتے ہیں کہ پورا قرآن کریم از سر نو نازل ہوا یعنی جمع ہوتا رہا نازل ہوا ہے۔ تو اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ سے

ایک یہ مراد ہو سکتی ہے کہ ایک ہی مہینہ ہے صرف جس میں جبرائیل نے مکمل پورا قرآن نازل کیا ہو اور اس لحاظ سے کوئی شک کی بات نہیں۔ اور کسی مہینے کے متعلق کوئی روایت نہیں ملتی کے حضرت جبرائیل تشریف لائے ہوں اور مکمل قرآن کریم نازل کر دیا ہو اور رمضان میں اس کی دہرائی بھی ہوتی تھی یعنی جستہ جستہ، جوں جوں آگے بڑھتا رہا مضمون اس کے ساتھ ساتھ قرآن کریم اتنا حصہ نازل ہوتا رہا اور اس لحاظ سے بھی کہا جا سکتا ہے کہ اس میں قرآن کریم نازل ہوا لیکن ایک مہینہ تو یقیناً ایسا آیا ہے جس میں پورا قرآن کریم دوبارہ نازل ہوا ہے حضور اکرم ﷺ پر۔ پس اس کی اہمیت اس لحاظ سے بہت ہی بڑھ جاتی ہے اور رمضان کے مہینے کی اہمیت بیان کرنے کی خاطر ہی یہ مضمون بیان فرمایا گیا ہے۔

چنانچہ فرمایا اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَ الْفُرْقَانِ ۚ تو قرآن کریم بنی نوع انسان کے لئے ہدایت ہے اس لئے رمضان کا ہدایت سے بڑا گہرا تعلق ہے یعنی قرآن نازل ہوا اس لئے رمضان کو اہمیت ہے، اس کی تشریح فرمائی جا رہی ہے۔ کیوں رمضان کو اہمیت ہے؟ کیونکہ قرآن کریم اس مہینے میں نازل ہوا اور قرآن کریم کا ہدایت سے بہت گہرا تعلق ہے اور ہدایت بھی ایسی کہ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى عام ہدایت ہی نہیں بلکہ بہت ہی روشن اور کھلی کھلی ہدایت کے نشان لے کر آیا ہے۔ وَ الْفُرْقَانِ اور تمیز کرنے والی آیات پیش کرتا ہے جو حق اور باطل میں تمیز کرنے والی ہوں، کھرے اور کھوٹے میں تمیز کرنے والی باتیں ہوں۔ تو قرآن کریم کی جو تعریف بیان فرمائی جا رہی ہے یہ تعریف رمضان کی طرف منتقل ہو رہی ہے۔ رمضان کی تعریف سے جب مضمون شروع ہوا اور یہاں تک پہنچا کہ قرآن کریم اس میں نازل ہوا اور قرآن یہ ہے تو مراد یہ ہے کہ یہ ساری باتیں تمہیں رمضان میں میسر آئیں گی اور ان برکتوں کا رمضان سے بہت گہرا تعلق ہے۔ چنانچہ اس کے بعد فرمایا فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ پس نتیجہ یہ ہے اس کا۔ یہ ساری باتیں پیش نظر رکھ کر ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ط تم میں سے جو کوئی بھی اس مہینے کو دیکھے وہ روزہ رکھے۔

شَهِدَ مِنْكُمُ میں مہینہ دیکھنے سے کیا مراد ہے؟ آج کل یہ بحث اٹھ رہی ہے کہ چاند اگر کسی اور ملک میں بھی نظر آئے تو کیا اس گواہی کے پیش نظر اس ملک میں جہاں ہم موجود ہیں روزہ رکھ سکتے ہیں اور ابھی حال ہی میں ایک فتویٰ شائع ہوا ہے جس سے پتا چلتا ہے یہی علماء کا کہ دنیا میں کسی

بھی دو مسلمان ممالک میں اگر چاند نظر آ گیا تو ہم یہاں اس کے مطابق روزہ شروع کر دیں گے۔ اگر چہ احناف کا یہی مسلک ہے یعنی حنفی یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ کسی جگہ کی جو رؤیت ہے وہ ہر جگہ کے لئے ہو جائے گی اور ہر رؤیت کو الگ الگ شمار نہیں کیا جا سکتا لیکن دیگر بہت سے فقہاء بلکہ اکثریت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ہر شہر، ہر علاقے کی رویت اپنی ہے۔ اس لئے ضروری نہیں ہے کہ سارے عالم اسلام کے لئے یا ساری دنیا کے لئے ایک ہی دن رمضان شروع ہو اور ایک ہی دن ہو جائے اور یہ بات جغرافیائی لحاظ سے بھی قطعی طور پر درست ثابت ہوتی ہے اور آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں بھی یہی رواج تھا۔ چنانچہ حضرت ابن عباسؓ کا بھی یہی مسلک تھا کہ جس ملک میں یا ملک کے جس حصے میں جب چاند دیکھا جائے وہ ملک اس کے متابعت پھر اور دوسرا حصہ ملک کا اس کے متابعت کرے۔ دوسرے ملک کے دوسرے حصے میں جب دیکھا جائے وہ اس کے متابعت کرے۔

اب اگر آج کل ہم غور کریں مثلاً انڈونیشیا کا افق ہے، چین کا افق ہے اس کا اور مغرب یعنی یہاں کے افق کا بہت فرق ہے بعض دفعہ دو دن کا بھی فرق پڑ جاتا ہے چاند نکلنے میں۔ خود ہمارے پاکستان کے ساتھ ہمسایہ ملک افغانستان ہے۔ بعض دفعہ پاکستان سے دو دن پہلے افغانستان میں روزے شروع ہو جایا کرتے تھے اور اسی طرح کم و بیش دو دن پہلے وہاں عید ہو جایا کرتی تھی۔ تو وہ مسلک جس کو قانون قدرت غلط ثابت کر دے اس کی پیروی نہیں کرنی چاہئے اور جبکہ اکثریت فقہا کی اس پر متفق ہے اور پھر خدا تعالیٰ کی سنت نے قانون قدرت کی صورت میں ہمارے سامنے ثابت کر دیا کہ مسلک درست ہے تو جماعت احمدیہ اسی کی پیروی کرنے والی ہے۔ لیکن شَهِدَ سے مراد ظاہری رؤیت ہے یا اس بات کی قطعی گواہی کہ چاند نکل آیا ہے؟ یہ وہ بحث ہے جو مختلف وقتوں میں مختلف رنگ میں اٹھائی گئی اور اس زمانہ کے جو ذرائع تھے چاند کے طلوع کو معلوم کرنے کے ان کے اوپر بحث اٹھائی گئی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بات کو خاص طور پر پیش فرمایا کہ زائچوں کے ذریعے چاند وغیرہ کے نکلنے کا اگر تعلق درست تسلیم کر لیا جائے تو اس سے بڑا فتنہ اور فساد پیدا ہوگا کیونکہ زائچے خود قابل اعتماد نہیں ہیں۔ دو منجموں کے زائچے آپس میں نہیں ملتے اور اس لئے رؤیت کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رؤیت کے مضمون میں یہ بھی بیان فرمایا کہ مغرب میں جو طرح طرح کے آلات دوربینیں اور خوردبینیں اور اسی قسم کے ایجاد ہو رہے ہیں۔ وہ جتنی بھی قسمیں ہیں وہ

رؤیت ہی کی قسمیں ہیں۔ چنانچہ ان آلات کے استعمال کو اور جدید سائنسی دریافتوں کو آپ نے رؤیت سے خارج نہیں فرمایا بلکہ زائچوں کو اور تخمینوں اور اندازوں کو غلط قرار دیا ہے۔ آپ نے فرمایا اندازے کے صرف اسی وقت اجازت ہو گی جبکہ دوسرے قطعی ذرائع میسر نہ ہوں۔ (سرمہ چشم آریہ روحانی خزائن جلد ۲ صفحہ: ۱۹۲-۱۹۳)

چنانچہ آج کل بھی یہ بحث اٹھائی جارہی ہے کہ رؤیت کیا ہے۔ ایک طرف تو علماء اس حد تک رؤیت کی پیروی کرتے ہیں کہ اس کے اصل جو مضمون ہے رؤیت کا اس کو بالکل باطل کر دیتے ہیں۔ یعنی جغرافیہ دانوں کے سائنسی تخمینوں کو رد کر دیتے ہیں لیکن رؤیت کی خاطر ہوائی جہازوں پر چڑھ کر اتنی بلندی تک پہنچ جاتے ہیں کہ افق ہی بدل جاتا ہے بالکل۔ یعنی اس جگہ کا وہ افق ہوتا ہی نہیں جس جگہ سے جب وہ اوپر چڑھ کر دیکھ رہے ہوتے ہیں چاند کو تو وہ درحقیقت کسی اور ملک کے افق کا چاند دیکھ رہے ہیں اپنے ملک کا چاند دیکھ ہی نہیں رہے۔ اس لئے معقولیت کو اختیار کرنا چاہئے، روح کو سمجھنا چاہئے پیغام کی۔ شَہِدَ سے مراد صرف اتنا ہے درحقیقت کہ جب تمہیں قطعی طور پر علم ہو جائے اس وقت شروع کرو اور توہمات میں مبتلا نہ ہو۔ چنانچہ دوسری حدیثوں سے اسی مضمون کی وضاحت ملتی ہے۔ حضرت رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اگر چاند دکھائی نہیں دیتا تو وہموں میں مبتلا ہو کر پہلا روزہ نہیں رکھنا۔ (مسلم کتاب الصیام حدیث نمبر: ۱۷۹۶) چنانچہ بعض دفعہ اس زمانے میں بعض لوگ ایک دن یا دو دن پہلے روزے شروع کر دیا کرتے تھے کہ کہیں یہ نہ ہو کہ چاند نکل آیا ہو اور ہم روزے سے محروم رہ جائیں۔ تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ہرگز توہمات میں مبتلا ہو کر روزہ نہیں رکھنا شَہِدَ کا حکم ہے۔ یعنی قطعیت کا جب علم ہو جائے کہ چاند نکلا ہے تو رکھو ورنہ نہیں اور اندازہ کا مفہوم اس وقت فرمایا جب کہ انتیس واں دن گزر چکا ہو اور پھر بھی چاند دکھائی نہ دے۔ اس پر آپ نے قـــدّروا کا ارشاد فرمایا (بخاری کتاب الصوم حدیث نمبر: ۱۷۶۷)۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ تمہیں پتا ہی ہے کہ تیس سے زیادہ تو مہینہ ہوتا ہی نہیں اس لئے وہاں شَہِدَ سے مراد وہاں بھی دیکھنا نہیں ہوگا بلکہ قطعیت ہی ہے۔ بظاہر لفظ قدّروا استعمال فرمایا ہے لیکن مفہوم وہی بنتا ہے کہ قرآن کریم نے جب شَہِدَ کا لفظ فرمایا تو مراد ہے کہ قطعی طور پر علم ہو جائے چونکہ تم چاند نہیں دیکھ سکے اس لئے تمہیں اب اندازہ سے بھی قطعی علم ہو سکتا ہے۔ اب اس میں ایک اور مضمون ہمارے لئے کھول دیا ہے۔ تقدیر کے ذریعے جو علم قطعی حاصل

ہو جائے اسے رؤیت کا مقام ہوگا۔اسی وجہ سے جماعت احمدیہ کا یہ مسلک ہے کہ جغرافیہ دانوں نے جب ترقی کر کے زائچوں کے ذریعے نہیں بلکہ ایک وسیع رؤیت کے تجربے کے ذریعے قطعی طور پر یہ معلوم کر لیا ہے کہ فلاں دن چاند اس حد تک افق سے اونچا ہوگا کہ اگر بادل نہ ہوں تو یقیناً نظر آ جائے گا۔اس اندازہ کو قطعیت کا حکم ہے، یہ شہادت کا رتبہ رکھنے والا اندازہ ہے۔اس لئے **جماعت احمدیہ ایسے اندازہ کو شہادت ہی قرار دیتی ہے** اور اس سے اختلاف کرنے کے نتیجہ میں بہت سی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔خود انگلستان میں ہی ایک ایک شہر میں جہاں جماعت کی برکت حاصل نہیں ہے لوگوں کو، جماعت احمدیہ سے منسلک ہونے کی برکت حاصل نہیں ہے۔چار چار، پانچ پانچ الگ الگ عیدیں ہو رہی ہوتی ہیں اور رمضان کے شروع ہونے کے بھی دو تین ہوتے ہیں۔کسی نے ایک دن پہلے رکھا، کسی نے صحیح دن رکھا، کسی نے ایک دن بعد رکھا۔تو یہ جو سارے تفرقے ہیں یہ بتا رہے ہیں کہ شہادت ان کے پاس نہیں ہے۔یعنی شہادت اگر ہوتی تو تفرقہ ہو ہی نہیں سکتا تھا۔شہادت میں ایک یہ بھی مضمون پایا جاتا ہے جس کے نتیجہ میں تفرقہ ہونا ہی نہیں چاہئے۔تفرقہ اور شہادت اکٹھے نہیں رہ سکتے کیونکہ تفرقہ شبہ کے نتیجہ میں ہے اور شہادت ایک قطعی چیز ہے۔

پس رمضان کا چاند ہو یا عید کا چاند ہو شَهِدَ کا مفہوم یہی ہوگا کہ جب تمہیں قطعی طور پر معلوم ہو جائے کہ چاند نکل آیا ہے تو پھر اگر رمضان آنے والا ہے تو روزے شروع کرو اور اگر عید کا دن آنے والا ہے تو عید شروع کرو اور قطعیت میں اندازہ کی قطعیت کو بھی رسول کریم ﷺ نے شامل فرما دیا۔یہ تو ایک مسئلے سے تعلق رکھنے والی بات ہے۔اب میں آگے چلتا ہوں دوسرے مضمون کی طرف۔

وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ جو کوئی مریض ہو یا سفر پہ ہو اس کے لئے دوسرے بعد کے ایام میں روزے رکھنے ہیں۔اس میں کسی اور تیسرے شخص کو اجازت نہیں ہے روزہ چھوڑنے کی اور یوں مضمون بیان ہوا ہے جیسے کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کوئی اور شخص روزہ چھوڑنے کی بات بھی سوچے گا۔فرمایا وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ بس دو ہی صورتیں ہیں پھر روزہ چھوڑنے کی۔رمضان شروع ہو گیا، خدا نے فرض کر دیا۔یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی مومن چھوڑنے کی بات کرے سوائے اس کے کہ اس کو اجازت دی جائے اور اجازت صرف ان دو صورتوں میں ہے۔لیکن جیسا کہ میں نے گزشتہ سال بھی توجہ دلائی تھی جماعت احمدیہ میں روزے کا

معیار اتنا بلند نہیں جتنا بعض صورتوں میں اور بعض علاقوں میں غیر احمدیوں میں ہے۔ان میں تو یہاں تک بعض علاقوں میں سختی پائی جاتی ہے کہ سارا سال اگر نماز نہیں پڑھیں گے تو روزہ ضرور رکھیں گے۔بعض لوگ شراب پیتے ہیں، شراب سے روزے کی ابتداء کرتے ہیں اور شراب سے افطاری کرتے ہیں لیکن روزہ نہیں چھوڑتے اور بعض جگہ تو اتنی سختی کی جاتی ہے کہ منہ میں مٹی ڈالتے ہیں اگر کوئی بیہوش ہو جائے۔اگر وہ مٹی خشک باہر نکل آئے تو پھر اس کو پانی پلائیں گے اور اگر ذراسی بھی نمی ہو اس میں تو کہتے ہیں ابھی تک اس کو یہ حق نہیں ہے کہ اس کو پانی دیا جائے یا بیہوشی میں ہی جان دے دے۔

جماعت احمدیہ تو افراط تفریط سے پاک ہے کیونکہ خود اسلام افراط تفریط سے پاک ہے۔ جماعت احمدیہ تو اوسط پر قدم رکھنے والی جماعت ہے۔یعنی جو متوسط طریق ہے اس کو اختیار کرتی ہے۔ لیکن متوسط طریق وہی ہے جو قرآن نے بیان فرمایا ہے۔متوسط طریق یہ بیان کیا ہے کہ سوائے ان دو انتہاؤں کے کہ تم مریض ہو یا سفر پہ ہو تم پہ روزہ فرض ہے۔بیچ کی راہ صرف روزے کی راہ ہے۔اس لئے اگر کوئی مومن خدا تعالیٰ پر ایمان کا دعویٰ کرتا ہو، واقعی ایمان لاتا ہو اس پر روزہ ضروری ہے۔ **خصوصاً انگلستان کی جماعت یا امریکہ کی جماعت یا یورپ میں بسنے والے دیگر جماعتوں کے لئے بہت ہی ضروری ہے کہ روزے کے اوپر خصوصیت سے توجہ دیں۔**

ہماری نئی نسلیں روزے کو بالکل ہلکا پھلکا لیتی ہیں اور نئی نسلوں کے بدقسمتی سے ماں باپ بھی ہلکا پھلکا لیتے ہیں، تخفیف کی نظر سے دیکھ رہے ہیں گویا کہ ان کے نزدیک یہ بات زیادہ اہم ہے کہ بچہ پڑھائی کر رہا ہے اس کی پڑھائی پر بُرا اثر نہ پڑھے۔حالانکہ وہ ٹیلی ویژن میں ہزار وقت ضائع کر رہا ہو، ہر قسم کی بیہودہ دلچسپیوں میں حصہ لیتا ہو اس سے ان کو کوئی فرق نہیں پڑتا لیکن روزے کے وقت ان کو اتنی شدت سے احساس ہوتا ہے کہیں اس کی صحت نہ کمزور ہو جائے اور ہر دوسری صحت کمزور کرنے والی عادتیں اس میں ہوں اس سے وہ فکر مند نہیں ہوتے۔ایک روزہ ہی بے چارہ رہ گیا ہے جس سے ساری صحت برباد ہو جائے گی اور پڑھائی پر برا اثر پڑے گا۔بالکل غلط بات ہے، محض وہم ہے، قطعاً کوئی اثر برا روزے کے نتیجہ میں پڑھائی پر نہیں پڑتا بلکہ جو لوگ نہیں پڑھنے والے ہیں وہ بھی رمضان میں زیادہ پڑھ لیتے ہیں۔خود میں بھی ایسے طالب علموں میں سے تھا جو بہت کم اپنے کورس کی کتابیں پڑھتا تھا لیکن رمضان میں مجھے زیادہ موقع ملتا تھا کیونکہ اور کوئی دلچسپیاں نہیں قرآن کریم پڑھنا ہے یا دینی مطالعہ

کرنے ہیں اور چونکہ دیگر تمام دلچسپیاں کٹ جاتی ہیں اس لئے پڑھائی کے لئے بھی زیادہ وقت مل جاتا ہے اور پھر اگر وقت کم بھی ملے تو دعاؤں کے ذریعے نمازوں کے ذریعے، رمضان شریف میں تو طلباء برکت لے کے باہر نکلتے ہیں۔ان کو علمی نقصان کبھی بھی نہیں ہوسکتا۔انہی کو علمی نقصان ہوسکتا ہے جو روزہ چھوڑ دیں رمضان کا اس خیال سے کہ ان کو نقصان نہ ہو۔ایسے لوگوں کے علم میں برکت نہیں پڑسکتی اور اگر ظاہری طور پر وہ حاصل کر بھی لیں کچھ علمی فائدہ تو بیکار اور بے معنی ہے۔ بہت بڑا فائدہ کھو کر انہوں نے بہت معمولی فائدہ لیا ہے۔اسی لئے قرآن کریم نے فرمایا اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ کاش! کہ تمہیں پتا ہوتا کہ کیا کھو رہے ہو۔اگر تمہیں علم ہوتا تو تم کبھی بھی اس فائدے سے محروم نہ رہتے۔

اس لئے تمام دنیا میں جماعتوں کو خصوصیت سے رمضان میں تفصیلی نظر ڈالنے کا انتظام کرنا چاہئے۔ **جن بچوں کے ماں باپ کو یہ سعادت حاصل نہیں کہ وہ اپنے بچوں کو تلقین کریں وہاں خدام الاحمدیہ کے ذریعے تلقین کی جائے، لجنہ کے ذریعے تلقین کی جائے، انصار کے ذریعے کوشش کی جائے۔** جماعت کوئی بھی نظام مقرر کرے مگر براہ راست ہر احمدی کو یہ پیغام ملنا چاہئے کہ خدا تعالیٰ نے اس مہینہ میں تم پر روزے فرض کر دیئے ہیں۔اب بتاؤ تم مریض ہو یا مسافر ہو اگر دونوں میں سے کچھ نہیں تو پھر سوائے روزے کے اور کوئی راہ نہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يُرِيۡدُ اللّٰهُ بِكُمُ الۡيُسۡرَ وَلَا يُرِيۡدُ بِكُمُ الۡعُسۡرَ خدا تم پر تکلیف نہیں ڈالنا چاہتا۔خدا تمہارے لئے آسانی پیدا کرنا چاہتا ہے۔اس ٹکڑے کو معاً بعد رکھا گیا ہے اس آیت کے حصے کے فَعِدَّةٌ مِّنۡ اَيَّامٍ اُخَرَ ایسے لوگ جو مریض ہوں یا مسافر ہوں ان کو بعد کے ایام میں روزہ رکھنے کی اجازت ہے۔

اس سے پتا چلا کہ اللہ تعالیٰ جہاں تک سہولت دینا چاہتا ہے ہمارا فائدے میں ہے وہ ساری دے دی ہے اور اس کے باوجود مسافر اور مریض کے علاوہ کسی کو روزہ چھوڑنے کی گنجائش نہیں۔ يُرِيۡدُ اللّٰهُ بِكُمُ الۡيُسۡرَ وَلَا يُرِيۡدُ بِكُمُ الۡعُسۡرَ یاد رکھو خدا تمہارے لئے تکلیف نہیں پیدا کرنا چاہتا آسانی چاہتا ہے اور اس آسانی چاہنے کے پیش نظر اس نے مریض کو اور مسافر کو اجازت دی ہے۔یعنی جو مریض اور مسافر نہیں ہیں باوجود اس کے کہ اللہ تمہارے لئے تکلیف نہیں چاہتا پھر بھی تمہیں مکلّف فرما رہا ہے کہ تم نے روزہ ضرور رکھنا ہے اور اس کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ روزے ہی میں

مومن کے لئے آسانیاں ہیں اور عسر نہیں ہے۔ جو روزہ چھوڑتا ہے اس کے لئے تکلیفیں ہوں گی۔

یہ مضمون بہت لطیف اور بہت تفصیلی مضمون ہے لیکن دنیا کے لحاظ سے، ظاہری نظر آنے کے لحاظ سے بھی میرا یہ مشاہدہ ہے کہ ایک مہینہ کے روزے روزہ رکھنے والوں کی صحت پر سارے سال کے لئے خوشگوار اثر چھوڑ جاتے ہیں۔ اگر روزوں کے مہینے نہ آتے تو وہ لوگ جو موٹے ہوتے چلے جا رہے ہیں، بعض لوگ کھانا زیادہ کھانے کی وجہ سے، بعض لوگ کرسیوں پر بیٹھ کے کام کرنے کے نتیجہ میں، بعض دیگر بیماریوں کے نتیجہ میں ان کا میٹابولزم Metabolism کا توازن بگڑ چکا ہوتا ہے۔ ان کے لئے بڑی دقت ہوتی ہے اور سال کے بعد سال ان کے اوپر جسمانی بوجھ چڑھتے چلے جاتے ہیں۔ ایک مہینہ رمضان کا ان کو ہلکا کر کے چھانٹ کے ان کو پھر دوبارہ زندہ رہنے کے لائق بنا دیتا ہے۔ جس طرح سال میں ایک دفعہ اچھا مالی درخت کی چھانٹی کرتا ہے، اس کی شاخوں کو کترتا ہے اور بوجھ اتارتا ہے اوپر سے رمضان بالکل یہی کام ہر مومن کے لئے کر جاتا ہے۔ اور اس کے علاوہ بھی روحانی بیماریاں تو ان گنت ہیں جن سے روزہ نجات بخشتا ہے۔ کسل کی بیماری اور جسمانی بیماریاں جو مختلف نوع کی ہیں، غلط عادتیں آرام کی، سارا دن دیر تک ایک دفعہ سونا تو صبح دس بجے آنکھ کھلنی اور بہت سی ایسی بیماریاں ہیں جس سے طبیعت میں کسل پیدا ہوتا ہے، سستی لاحق ہو جاتی ہے اور رمضان کا مہینہ چست و چالاک کر دیتا ہے آدمی کو اور اس کو یہ بتا دیتا ہے کہ تمہارے لئے کتنی نیند کافی ہے۔ اس سے زیادہ جو ہے وہ تمہاری عیاشی ہے۔ جہاں تک ضرورت کا تعلق ہے تمہارے لئے یہی کافی ہے۔ چنانچہ رمضان کا مہینہ بہت ہی زیادہ آسانیاں پیدا کرتا ہے اور اس کی پیدا کردہ آسانیاں پھر سارا سال انسان استعمال کرتا ہے اور بیچ میں جو پھر مزید بوجھ پڑنے شروع ہوتے ہیں پھر رمضان کا مہینہ آکر ان کو صاف کر جاتا ہے۔

بہر حال یہ مضمون تو بڑا دلچسپ اور تفصیلی ہے کہ رمضان کس قسم کی آسانیاں لے کر آتا ہے اور کس قسم کی مشکلات سے نجات بخشتا ہے۔ پھر فرمایا وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ اور مناسب یہی ہے کہ تم تعداد پوری کرو اور خدا تعالیٰ کی تکبیر کرو، اس کے نام کی بلندی کا اعلان کرو اس بات پر کہ اس نے تمہیں ہدایت عطا فرمائی ہے اور یہی مناسب ہے کہ تم اس کے شکر گزار بنو لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۔

اس کے بعد اس مضمون کا جو منتہٰی ہے وہ بیان ہوا ہے۔ فرمایا وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ

عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اگر اے محمد ﷺ! تجھ سے میرے بندے یہ سوال کریں کہ میں کہاں ہوں فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ میں تو ان کے قریب ہوں اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ جب بھی کوئی بلانے والا مجھے بلاتا ہے میں اس کی دعوت کا جواب دیتا ہوں فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ پس ان کو بھی تو چاہئے کہ وہ میری باتوں کا جواب دیں اور مجھ پر ایمان لائیں تا کہ وہ ہدایت پائیں۔

اس آیت کا اس گزشتہ آیت سے گہرا تعلق ہے، رمضان کے مضمون سے گہرا تعلق ہے۔ جتنا خدا تعالیٰ رمضان کے مہینے میں بندے کے قریب ہوتا ہے اتنا کسی اور مہینے میں اس کثرت کے ساتھ خدا تعالیٰ کی قربت کی شہادتیں نہیں ملتیں اور رمضان کے مہینے میں ایک یا دو یا تین کے ساتھ یہ قربت کا تعلق ظاہر نہیں ہوتا بلکہ کثرت کے ساتھ عام مومنوں سے یہی سلوک ہوتا ہے۔ اسی لئے یہ اعلان عام ہے۔ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ۔ عِبَادِیْ سے مراد بندے بھی ہیں اور عِبَادِیْ سے مراد عبادت کرنے والے بھی ہیں اور اس موقع پر میرے نزدیک یہاں عام عبد مراد نہیں بلکہ عبادت کرنے والے بندے مراد ہیں اور وہی تھے جو آنحضرت ﷺ سے اللہ تعالیٰ کے متعلق پوچھا کرتے تھے۔ تو فرمایا میرے بندے جو میری عبادت کرتے ہیں اگر وہ سوال کریں تو میں قریب ہوں، ان کی دعوت کا جواب دیتا ہوں اور دوں گا لیکن وہ میری ہدایات کا جواب دیں یعنی میری باتوں کا جواب دیں یعنی ان پر عمل کریں اور مجھ پر ایمان لائیں لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ تا کہ وہ ہدایت پائیں۔ یہاں وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ جب فرمایا تو اس میں ایک اشتباہ بھی پیدا کر دیا اس لئے اس مضمون کو کھولنا چاہئے۔ اگر ہم عبادی کے مفہوم میں عبادت کا مفہوم بھی شامل کر لیں تو پھر وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ کو آخر میں بیان فرمانا عجیب معلوم ہوتا ہے۔ اور اگر عبادت کا مفہوم نہ بھی شامل کریں عام بندے سمجھ جائیں تو پھر بھی اس آیت کی ترتیب عجیب لگتی ہے فرماتا ہے گویا کہ میں ہر بندے کی دعا کا جواب دیتا ہوں جب بھی وہ مجھے پکارتا ہے فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ پس وہ بھی میری باتوں کا جواب دے وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ اور مجھ پر ایمان لائے۔ اگر ایمان سے پہلے یہ ساری باتیں گزر جاتی ہیں تو پھر ایمان کا کیا سوال ہے؟ جب مکالمہ مخاطبہ شروع ہو جائے، جب خدا جواب دینے لگے تو پھر تو وہ شہادت کے مقام پر انسان پہنچ جاتا ہے۔ پھر وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ کیا مقام ہے؟ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ

تا کہ وہ ہدایت پائیں۔

اس کا ایک حل تو یہ ہے کہ جو ایمان کے متعلق علماء بہت سی بحثیں اٹھا چکے ہیں اور بالعموم بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ غالباً اجماع ہے تمام علماء کا کہ ایمان ایک مقام پر کھڑا نہیں رہتا۔ اجماع تو نہیں ہے بعض علماء نے مجھے یاد آیا ہے اختلاف بھی کیا ہے اس بات پر۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ایمان ہے یا نہیں ہے بس یہ دو ہی چیزیں ہیں اور گھٹتا بڑھتا نہیں ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ ایمان کی بے شمار منازل ہیں اور وہ کم سے شروع ہوتا ہے زیادہ تک پہنچتا ہے۔ تو وَلْيُؤْمِنُوْا جو ہے اس کا مطلب یہاں یہی لیا جا سکتا ہے کہ پھر وہ ان باتوں کے نتیجہ میں مجھ پر کامل ایمان لے آئیں گے اور ان کو ایمان کی حقیقت معلوم ہو جائے گی، ایمان کی شیرینی اور اس کی حلاوت محسوس ہوگی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

بن دیکھے کس طرح کسی مہ رخ پہ آئے دل
کیسے کوئی خیالی صنم سے لگائے دل
دیدار گر نہیں ہے تو گفتار ہی سہی
حسن و جمال یار کے آثار ہی سہی

(درثمین صفحہ:۱۱۱)

حالانکہ اس کے بغیر بھی ایمان کی ایک منزل تو انسان کو نصیب ہو ہی جایا کرتی ہے۔ بہت سے ایسے بھی خدا پر ایمان لانے والے ہیں جو کسی مذہب کے قائل نہیں لیکن خدا کی ہستی کے متعلق وہ ایمان رکھتے ہیں۔ اس لئے ایمان کے تو بے شمار مراحل اور بے شمار درجے ہیں۔ یہاں جس ایمان کا ذکر فرمایا گیا ہے وہ ہر رمضان کے بعد جو ایک نیا ایمان نصیب ہوتا ہے اس کا ذکر فرمایا گیا ہے اور ہر ایمان کے نتیجہ میں ایک نئی ہدایت کا رستہ کھلتا ہے۔ جب بھی آپ خدا تعالیٰ پر ایمان لانے میں ترقی کرتے ہیں اور ایک نیا مضمون اس پر یقین کا آپ کے اوپر کھولا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی آپ کے لئے ترقی کی اور راہیں بھی کشادہ ہوتی ہیں اور نئی راہیں بھی آپ پر کھولی جاتی ہیں۔ چنانچہ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ سے یہاں یہی مراد ہے۔

پس جو بھی آپ معنی کریں، عبد سے مراد عام بندے لیں یا عبادت کرنے والے بندے

پس دونوں صورتوں میں یہ ایمان کا آخر پر ذکر کرنا برمحل اور بجا ہے کیونکہ اس سے مراد عام ایمان نہیں بلکہ ایمان کی ایک ترقی یافتہ صورت ہے۔ بہر حال یہ ہمیں معلوم ہو جاتا ہے کہ ہر رمضان کے دوران خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق بڑھانے کا ایک خاص موقع پیدا ہوتا ہے اور یہ جو لیلۃ القدر کا مضمون ہے یہ انشاء اللہ بعد میں پھر اس پر کچھ روشنی ڈالوں گا۔ اس کے متعلق بھی آپ سب جانتے ہیں کہ یہ بھی رمضان میں رکھی گئی ہے اور جوں جوں رمضان آگے بڑھتا ہے اور رمضان بھیگنا شروع ہوتا ہے۔ رات کے متعلق کہا جاتا ہے کہ رات بھیگی۔ میں نے یہ لفظ رمضان کے متعلق عمداً استعمال کیا ہے کیونکہ رات بھیگتی ہے جب گہری ہو جائے اور آخر پر دن کے قریب پہنچنے لگے اس وقت شبنم سے بھیگتی ہے اور رمضان جب اختتام اور عید کے قریب پہنچے لگتا ہے تو آنسوؤں سے بھیگتا ہے اور جتنا زیادہ آپ رمضان میں آگے بڑھتے ہیں اتنا زیادہ یہ نمدار ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس لئے عام سرسری محاورے کے طور پر میں نے نہیں کہا بلکہ خاص معنی کے پیش نظر کہا ہے کہ جوں جوں رمضان بھیگتا چلا جاتا ہے خدا تعالیٰ کے ساتھ محبت میں ایک خاص چمک پیدا ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک ایسا گہرا تعلق انسان محسوس کرنے لگتا ہے کہ بعض دفعہ تو وہ سمجھتا ہے کہ یہی میری زندگی کا آخری دن ہوتا تو بہتر تھا کیونکہ خاص اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت اور پیار کے جلوے اسے نصیب ہوتے ہیں اور یہ جو رحمت کا چھینٹا ہے یہ عام ہے۔ کبھی کسی اور مہینے میں اس کثرت کے ساتھ خدا کی رحمت کے ایسے چھینٹے نہیں چھینکے جاتے جو دنیا کے ہر کونے میں، ہر ملک میں برس رہے ہوں اور جس کسی پر بھی پڑیں اسے خوش نصیب بنا دیں۔ اس لئے رمضان کو بہت بڑی اہمیت حاصل ہے۔ رمضان مبارک میں جو لوگ روزے نہیں رکھتے وہ تصور بھی نہیں کر سکتے کہ وہ کن نیکیوں سے محروم رہ گئے ہیں۔ چند دن کی بھوک انہوں نے برداشت نہیں کی، چند دن کی پابندیاں انہوں نے برداشت نہیں کیں اور بہت ہی بڑی نعمتوں سے محروم رہ گئے اور دنیا کی زنجیروں میں اور بھی زیادہ پہلے سے جکڑے گئے کیونکہ جو رمضان کی پابندیاں برداشت نہیں کرتا اس کی عادتیں دنیا سے مغلوب ہو جاتی ہیں اور وہ درحقیقت اپنے آپ کو مادہ پرستی کے بندھنوں میں خود جکڑنے کا موجب بن جایا کرتا ہے۔ دن بدن یہ لوگ ادنیٰ زندگی کے غلام ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اس کے بعد اگر چاہیں بھی تو پھر ان بندھنوں کو توڑ کر ان سے آزاد نہیں ہو سکتے۔ اس لئے بہت ہی ضروری فیصلہ ہے یہ کہ رمضان کی چند دن کی پابندیاں اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ خدا نے فرمایا۔ گنتی کے چند دن ہی

تو ہیں کر کے تو دیکھو اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ کا ایک مطلب تو یہ بھی لیا جا سکتا ہے جن کے اوپر رمضان سخت ہو ان کو تسلی دینے کے لئے کہ گنتی کے چند دن ہیں گزر جائیں گے کوئی بات نہیں۔ تم تجربہ کرو اور تمہیں فائدے پہنچیں گے اور ایک اور مطلب اس کا یہ ہے کہ گنتی کے چند دن ہی تو ہیں تم کر کے دیکھو گے تمہیں معلوم ہوگا کہ اس کے فائدے لا متناہی ہیں۔ چند دن کی سختیاں بہت وسیع فائدے ایسے پیچھے چھوڑ جائیں گی کہ سارا سال تم ان چند دنوں کی کمائیاں کھاؤ گے۔ یعنی تھوڑی محنت کے بعد لمبے پھل کا اس میں ذکر فرمایا گیا ہے۔

اس لئے جماعت کو میں پھر تاکید کرتا ہوں کہ باقاعدہ منظّم طریقے پر ابھی جو ایک دو دن میسر ہیں یا خطبہ جہاں دیر سے پہنچے وہاں ان کو چاہئے کہ جتنا بھی بقیہ رمضان ہو اس میں **باقاعدہ جدوجہد کریں کہ ایک بھی احمدی رمضان کی برکتوں سے محروم رہنے والا نہ ہو**۔ جو مریض اور مسافر ہے وہ بھی محروم نہیں رہے گا کیونکہ خدا تعالیٰ نے اس کو اجازت دی ہے۔ اجازت دینے کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ تمہیں میں محروم کر دیتا ہوں۔ ایسے لوگ اٹھ سکتے ہیں راتوں کو عبادت کے لئے، دعاؤں میں شامل ہو سکتے ہیں، رمضان کی دیگر نیکیوں میں شامل ہو سکتے ہیں۔ مثلاً کسی شخص کو اگر سخت کلامی کی عادت ہے اور وہ مریض ہے اور مسافر ہے تو رمضان اس کو روزے سے رخصت تو دیتا ہے لیکن بدکلامی کی اجازت تو نہیں دیتا۔ اور دیگر بدیوں سے روکنے کا جو رمضان خاص طور پر حکم دیتا ہے اس کا مسافر ہونا یا اس کا مریض ہونا اسے اس حکم سے تو آزاد نہیں کرتا۔ اس لئے ہر شخص خواہ اسے خدا تعالیٰ نے رخصت عطا فرمائی ہے، خواہ نہیں عطا فرمائی رمضان سے فائدہ حاصل کئے بغیر نہ نکلے۔

حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ نے ایک دفعہ رمضان کے بعد ایک نظم کہی اور وہ ٹیپ کا ایک مصرعہ مشہور تھا جسے استعمال کیا کہ:۔

ع اب کے بھی دن بہار کے یوں ہی گزر گئے

بڑی دردناک نظم ہے لیکن جن لوگوں کو پتا تھا کہ حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ کیسے خدا کے عبادت گزار بندے تھے ان کو کچھ اندازہ ہو سکتا ہے کہ جو لوگ عبادت گزار ہیں ان کو بھی رمضان کے بعد یہ فکر ہوتی ہے کہ کاش! ہم اس سے زیادہ حاصل کر سکتے۔ ان کی تمنائیں بلند ہو جاتی ہیں اور وہ اپنے حال پر جب نظر ڈالتے ہیں تو ایک رنگ کی حسرت محسوس کرتے ہیں۔

پس وہ لوگ جنہوں نے نہ روزے رکھے، نہ عبادتیں کیں ان کی حسرتوں کا کیا حال ہوگا اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ یہ بات ہی ہے جو آخر پر منہ سے نکلتی ہے۔ کاش! تمہیں پتا ہوتا تم تو بے خبر ہو۔ جنہوں نے بہت محنتیں کیں اور عارف باللہ ہیں اور باشعور ہیں ان کو بھی آخر پر یہ احساس پیدا ہوا کہ اوہو! برکتوں کا پاکیزہ مہینہ گزر گیا کئی کمزوریاں ہماری پیچھے رہ گئیں ہیں جنہیں ہم دور نہیں کر سکے، کئی بوجھ ہیں جنہیں ہم اتار نہیں سکے، کئی نعمتیں ہیں جن سے ہم ابھی بھی محروم چلے آرہے ہیں، گو خدا نے بہت کچھ عطا کیا لیکن ہماری دل کی طلب پوری نہیں ہوسکی۔ یہ باخبر لوگوں کا حال ہے۔ جو بے خبر ہیں ان کو تو بے چاروں کو تو پتا ہی کچھ نہیں کہ کیا چیز ان کے لئے آئی تھی اور کیا گزر گئی۔ اس لئے باشعور لوگوں کا، باخبر لوگوں کا کام ہے کہ بے خبر لوگوں کو مطلع کریں، ان کو جھنجوڑیں، ان کو بیدار کریں، ان کی منتیں کریں کہیں کہ گنتی کے چند دن ہیں تم کر کے تو دیکھو اور **بچوں کو بھی عادت ڈالیں، ایک روزہ مہینے کا، دو روزے مہینے کے اس طرح آہستہ آہستہ بچپن میں جو ماں باپ عادت ڈالتے ہیں ان کے بچوں کو پھر اللہ تعالیٰ توفیق دیتا ہے رمضان سے ان کو محبت پیدا ہو جاتی ہے۔** تو میں امید رکھتا ہوں کہ یہ رمضان ہمارے لئے یہ برکت بھی چھوڑ کر جائے گا کہ کثرت کے ساتھ وہ احمدی جو پہلے روزہ نہیں رکھتے تھے وہ اس رمضان کی برکت سے روزے رکھنے والے احمدی بن جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں ضرورت بھی بہت ہے۔ اتنی مشکلات کے دن ہیں۔ کئی قسم کی سختیاں ہیں جماعت پر، پھر کام کے بہت سے دن ہیں آگے نئی صدی کے آنے والے ہیں کام، ذمہ داریاں بڑھ رہی ہیں، نئی جماعتیں آرہی ہیں۔ جتنے روزے دار بڑھیں گے اتنے باخدا انسان بڑھیں گے اور جتنے باخدا انسان بڑھیں گے اور خدا سے پیوند زیادہ قائم ہوگا اتنی ہی زیادہ برکتیں نازل ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ ہماری برکتوں کو وسیع کرے اور ہماری محرومیوں کے راستے بند کر دے۔ آمین۔

خطبہ ثانیہ کے دوران حضور نے فرمایا:

خطبہ ثانیہ کے دوسرے حصے سے پہلے دو اعلان کرنے والے ہیں۔ ایک تو میرا خیال تھا جمعہ میں ہی کروں گا کیونکہ میں جرمنی کی جماعت سے ایک قسم کا وعدہ کر کے آیا تھا لیکن یہ بھی ایک جمعہ کا حصہ ہی ہے۔ میں اس وقت رمضان کے مضمون میں اس پہلو کو نظر انداز کر گیا۔

جرمنی کے دورے کے وقت مجھ سے یہ شکوہ کیا گیا بعض عہدیداران کی طرف سے بھی اور

بعض دوسرے جرمن احمدی نوجوانوں کی طرف سے کہ تحریک جدید کے سال کے اعلان کے وقت میں نے UK یعنی انگلستان اور USA امریکہ وغیرہ کی تعریف تو کی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو خاص طور پر تحریک جدید میں آگے بڑھنے کی توفیق عطا فرمائی لیکن جرمنی کا ذکر چھوڑ دیا حالانکہ وہ بھی نہ صرف دعاؤں کے محتاج ہیں بلکہ اس پہلو سے سب سے بڑھ کر محتاج ہیں کیونکہ پاکستان کے بعد دنیا میں سب سے زیادہ سالانہ تحریک جدید کا چندہ جرمنی کی جماعت دے رہی ہے۔ چنانچہ میں نے ان سے کہا کہ افسوس سے کہ یہ اس وقت میرے علم میں بات نہیں تھی۔ معلوم یہ ہوتا ہے ان کی اطلاع کہیں رستے میں رہی ہے اور مجھ تک بروقت نہیں پہنچی اس لئے اب اس کو درست کرنا ضروری ہے۔

جرمنی کا گزشتہ سال کا چندہ انہتر ہزار اکہتر (۶۹،۰۷۱) پاؤنڈ تھا اور ڈچ مارک میں دو لاکھ پچیس ہزار ایک سو اکاسی (۲،۲۵،۱۸۱) مارک۔ اس کے مقابل پر انگلستان کا ساٹھ ہزار پاؤنڈ تھا۔ یونائیٹڈ سٹیٹس کا اڑتالیس ہزار اور کینیڈا کا چھبیس ہزار۔ تو ان کا شکوہ برحق ہے کہ ان سے پیچھے رہنے والی جماعتوں کا تو ذکر خیر ہو گیا اور دعا کی تحریک ہوگئی اور جو اول آئے ہیں ان کا ذکر ہی نہیں۔

جرمنی کی جماعت ماشاء اللہ اکثر نوجوانوں پر مشتمل ہے اور بڑے جذباتی ہیں۔ عمر بھی ایسی ہے لیکن جن حالات میں پاکستان سے نکلے ہیں اس کی وجہ سے بہت جذباتی ہیں اور اس کا نیک اثر یہ ان پر پڑا ہے کہ وہ بعض نیکیاں جن سے وہ اپنے ملک میں محروم میں تھے انہوں نے جرمنی میں آکر اختیار کر لی ہیں اور بہت سے ایسے نوجوان جو چندوں سے غافل تھے، دین کی راہ میں وقت کی قربانی پیش کرنے سے غافل تھے یہاں آکر اللہ کے فضل سے صف اول کے احمدی بن گئے ہیں یا بن رہے ہیں۔ تو بعض کمزوریاں بھی ہیں۔ میں ان کے متعلق بھی ان کو نصیحت کر کے آیا ہوں لیکن بالعموم یہ جماعت مجھے بہت ہی پیاری ہے بڑے ہی مخلص، فدائی نوجوان ہیں اور آواز پر لبیک کہنے کا ایسا ان میں جذبہ ہے، ایسا جوش پیدا ہو جاتا ہے کہ حیرت ہوتی ہے، ایک دوسرے سے مسابقت کی روح اختیار کرتے ہوئے ہر اس نیکی کے میدان میں آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں جس طرف ان کو بلایا جاتا ہے۔ جو کمزوریاں ہیں بعض ان کی طرف توجہ دلائی ہے آپ بھی جہاں ان کے لئے یہ دعا کریں کہ اللہ ان نیکیوں پہ انہیں جزا دے اور وہاں یہ دعا بھی ضروری ہے کہ بعض کمزوریاں جو وہاں کے بعض معاشرے کی خرابیاں ساتھ لے آئے ہیں ان سے بھی اللہ تعالیٰ ان کو نجات بخشے اور ہر پہلو سے دین و

دنیا کے حسنات عطا کرے۔

اب چند جنازوں کا اعلان ہے جن کی نماز جنازہ غائب جمعہ کے بعد پڑھی جائے گی۔ سب سے پہلے اور سب سے اہم **حضرت السید منیر الحصنی صاحب** کا ذکر خیر ضروری ہے۔ یہ دمشق کے رہنے والے اور شام کی جماعت کے امیر تھے۔ بہت لمبے عرصے سے امیر چلے آرہے تھے۔ اخلاص اور وفا میں ایک بہت ہی اعلیٰ درجہ کا مقام رکھتے تھے اور مجھے اس بارہ میں شبہ نہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو خدا تعالیٰ نے الہاماً فرمایا **یدعون لک ابدال الشام وعباداللہ من العرب**۔ (تذکرہ صفحہ:۱۰۰) تو ان **ابدال الشام** اور **عباد اللہ من العرب** میں حضرت السید منیر الحصنی صاحب بھی شامل ہیں۔ ان کے نام کا تلفظ مختلف لوگوں سے مختلف سنا ہے۔ کوئی حصنی کہتا ہے، کوئی حُصنی کہتا ہے کوئی حِصنی۔ اس لئے جو بھی ہے السید المنیر الحُصنی یا الحِصنی جو بھی کہلاتے ہیں۔ میں خود بھی ان سے مل چکا ہوں، کئی بار ملنے کا موقع ملا۔ بہت ہی عاشق تھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اور سلسلہ کے۔ تقویٰ کے اعلیٰ معیار پر فائز اور بہت ہی فدائی، منکسر المزاج بزرگ تھے۔

آپ کو معلوم ہے کہ دمشق میں بعض وجوہات سے جماعت پر بڑی دیر سے سختیاں ہیں اور بڑی پابندیاں ہیں اس کے باوجود انہوں نے قطعاً ان باتوں کی پرواہ نہیں کی اور جماعت کے شیرازہ کو منتشر نہیں ہونے دیا اور اللہ کے فضل کے ساتھ ان کی ذات کے اردگرد ہی جماعت مضبوطی سے قائم رہی اور ان کی وفات سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ایسا انتظام فرما دیا اور ایسے بندے خدا کے پیدا ہو گئے جن کے ذریعے جماعت کمزور ہونے کے اور بھی زیادہ پہلے سے بڑھ گئی ہے، مضبوط ہو گئی ہے اور ترقی کی راہوں پر زیادہ تیزی سے چلنا شروع کر چکی ہے۔ اس بارے میں منیر الحصنی صاحب نے مجھے اپنی ایک رویا بھی لکھی تھی جس سے یہی اندازہ ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کو وصال سے پہلے ایسا وقت دکھا دے گا کہ ان کو تسلی ہو کہ جماعت سنبھالی گئی ہے اور ان کو اس بات کی کوئی فکر نہیں۔ چنانچہ مجھے خوشی ہے اس پہلو سے ان کو پوری طرح اطمینان ہو چکا تھا۔ وہ جگہ جہاں دیر سے تبلیغ رکی ہوئی تھی اب پچھلے دو تین سال میں اس کثرت سے دوستوں کی توجہ پیدا ہوئی ہے، تبلیغ کا جوش پیدا ہوا کہ شدید مشکلات اور خطرات کے باوجود بھی جماعت نے تیزی سے پھیلنا شروع کیا اور وہ سارے نوجوان اور مخلصین منیر الحصنی صاحب سے آکے ملتے بھی تھے بلکہ ان کی تصدیق سے ان کی بیعتیں آیا کرتی تھیں۔ اس

لئے مجھے بڑا اطمینان ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ جو مبشر وعدہ فرمایا تھا اسے اپنی آنکھوں سے پورا ہوتے دیکھنے کی ان کو توفیق عطا فرمائی۔

۱۹۲۷ء میں حضرت مولوی جلال الدین صاحب شمس کے ذریعے آپ کو توفیق ملی تھی احمدیت کے قبول کرنے کی۔ ۱۹۲۸ء میں آپ کو امیر مقرر کیا گیا۔ یہ مارچ ۱۹۲۸ء میں امیر مقرر ہوئے تھے۔ گویا میری ساری عمر سے ان کی امارت کی عمر چند مہینے یا نو مہینے قریباً زیادہ تھی۔ حضرت مصلح موعودؓ نے ان کے متعلق بہت ہی اچھے خیالات کا اظہار فرمایا، بہت ہی اچھی رائے ظاہر فرمائی۔ ایک موقع پر فرمایا کہ منیر الحصنی صاحب کے ذریعے خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت شام اخلاص میں ترقی کر رہی ہے اور دنیا کی احمدی جماعتوں میں بلند مقام رکھتی ہے۔

دوسرا جنازہ غائب مکرم میجر جنرل بشیر احمد صاحب راولپنڈی کا پڑھا جائے گا۔ یہ بھی اپنے آخری ایام میں خصوصیت سے جماعت کے ساتھ گہرا تعلق رکھتے اور اپنے گھر کو خدمت دین کے لئے پیش کرتے تھے اور مجھے بھی کئی دفعہ راولپنڈی جانے کا اتفاق ہوا ان کے گھر میں ہی مجالس لگا کرتی تھیں سوال و جواب کی چونکہ ان کا اور ان کی اہلیہ کا رسوخ کافی تھا۔ یہ اپنے دوستوں، تعلق والوں کو دعوت دیا کرتے تھے اور بڑی محبت سے جماعت کی خدمت کیا کرتے تھے۔

مکرم پروفیسر محمد دین صاحب کو ربوہ کے سب لوگ جانتے ہیں باہر کے بھی بہت سے کیونکہ تعلیم الاسلام کالج میں ایک لمبا عرصہ تک پروفیسر رہے۔ اس سے پہلے تعلیم الاسلام ہائی سکول میں بھی استاد تھے۔ چوہدری علی محمد صاحب، یہ داؤد احمد صاحب نگران تعمیرات صدر انجمن احمدیہ کے والد تھے۔

دوجے عبداللہ صاحب جماعت انڈونیشا تاسک ملایا کے پریذیڈنٹ تھے۔ یہ بھی بہت مخلص اور فدائی اور مشکل حالات میں بڑی وفا کے ساتھ جماعت احمدیہ کی خدمت کرتے رہے۔

مکرم فتح محمد صاحب گجراتی ابتدائی درویشان قادیان میں سے تھے۔

مکرمہ تقیہ اقبال صاحبہ، محمد صفی صاحب قائد انگلستان کی پھوپھی تھی۔

مکرمہ مقصودہ اختر صاحبہ۔ یہ موصیہ بھی تھیں۔ قریشی نور الحسن صاحب کی بیوہ تھیں۔

مکرمہ رانی بیگم صاحبہ، محمد اسلم صاحب بھروانہ قائد ضلع راولپنڈی کی والدہ تھیں۔

مکرمہ مختار بیگم صاحب بدر عالم اعوان صاحب کی اہلیہ، مکرمہ فضیلت نصائح صاحبہ۔ یہ منیر

احمد صاحب اوسلو نے درخواست کی ہے جو ان کے داماد تھے۔

مکرم نور محمد صاحب یہ صالح حسین صاحب صدر جماعت صادق پور کے چچا تھے،

مکرم عبداللہ خان صاحب ان کے بیٹے مکرم محمود صاحب نے جرمنی سے درخواست کی ہے سمبڑیال کے رہنے والے تھے،

مکرم سید ریاض ناصر صاحب۔ یہ ریحان محمود صاحب ہمارے انگلستان میں بھی رہے ہیں بینک میں ہوتے تھے ان کے بھائی تھے کراچی سے ان کی وفات کی اطلاع ملی ہے۔

فرحت رحمان کی والدہ۔ مرحوم خواجہ عبدالرحمٰن تھے۔(ایک خواجہ عبدالرحمٰن صاحب تو ہمارے معروف ہیں پچھلے دو سال ہوئے وفات پائی ہے۔ ایک ان سے بہت پہلے خواجہ عبدالرحمٰن صاحب ہوا کرتے تھے) ان کی بیوہ تھیں۔ ان کے بچے سارے اللہ تعالیٰ کے فضل سے بشیر الرحمٰن وغیرہ بہت مخلص ہیں۔ ان کی بیوہ خود بڑا محبت اور اخلاص کا تعلق رکھتی تھیں۔ ان کی بیٹی نے مجھے خط لکھا تھا۔ ان کی بھی نماز جنازہ غائب ان کے ساتھ ہی ہوگی۔